عورت اور مسجد کا باہمی ربط اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں کردار

The participation of women in mosque, and its role in shaping the Islamic society

Dr. Ambreen Atiq
Lecturer: Pak Turk Maarif School &College Gulistan Johar Karachi:
ambreen_atiq@hotmail.com

Abstract:

Mosque is the most important institution of Islamic society. Throughout the Islamic history, the mosque plays the central role in the development of the cultural, social and political life of Muslims. It is a place for prayers, meditation, religious and social guidance, a judicial court, a government sector for political discussions and decisions, and the most important, a basic institution of education for both men and women. The women of Muslim society have the equal rights over the institution of mosque like men. Islam not only supports the women to attend the daily congregation of Namaz but encourages her to attend the prayers, khutbats of Eid and Jumma. Islam provides women the opportunity of gaining knowledge from the direct central source of mosque. In keeping with prophet's era, Muslim must work to develop more welcoming and accessible space for the women in their congregation of Namaz for the development of an original Islamic society.

Keywords: Mosque, Women, Congregation, Islamic Society, Meditation

انسان مدنی بالطبع ہے اور معاشرے کی حدود میں وہ ایک اجتماعی وعمرانی زندگی بسر کرتا ہے۔ یک معاشرے میں رہتے ہوئے افراد کا باہمی ربط ناگزیر ہے۔ لوگوں کے ساتھ باہم مل جل کر زندگی بسر کرنا اس کی ضرورت اور مجبوری ہے۔ اسی عمل کو معاشرتی تعامل کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے اور ہر دور اور ہر حیثیت میں انسان کو عمرانی سرگرمیوں سے جوڑ کر رکھتا ہے۔ اسی سے معاشرے کے اجتماعی ادارے وجود میں آتے ہیں اور اجتماعی ہیئت سے معاشرتی رویے بھی عمل پذیر ہوتے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے مابین معاشرتی تعامل میں مسجد کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرہ میں افراد کے مابین تعلقات اور روابط میں مسجد کی حیثیت مُسّلم ہے۔ اسلام میں مسجد ہی وہ مرکزی ادارہ ہے

جہاں سے تمام مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، تعلیمی، تمدنی و تہذیبی وثقافتی، سیاسی واجتماعی امور کی راہ نمائی ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کی تربیت کی ابتدا یہیں سے ہی شروع ہو کر ایک اسلامی معاشرے کا آغاز ہوتا ہے۔

اوّلین دور ہی سے مسجد معاشرہ کی راہ نمائی وہدایت کا مصدر و منبع رہی ہے۔ مسلمانوں کو باہم مربوط کرنے، اور ان کی اجتماعیت قائم کرنے اور منظم و مضبوط کرنے میں مسجد بنیادی ادارہ رہا ہے۔ اسی جگہ سے جہاں اللہ تعالی کا قرب ممکن ہوا ہے وہیں معاشرہ کی مذہبی، اخلاقی اور روحانی اصلاح بھی ممکن ہوئی ہے۔ گویا افراد کی انفرادی واجتماعی اصلاح کا محور و مرکز مسجد قرار پائی گئی۔ اسی کی بنیاد پر تاریخ انسانیت کا کامیاب ترین، مثبت اور تعمیری انقلاب ظہور پذیر ہوا تھا۔ جب عرب کے منتشر، متفرق اور بکھرے ہوئے افراد مجتمع ہوئے اور اسلام کے جھنڈے تلے اس انقلاب کا پیش خیمہ بنے۔ حضور ﷺ نے ان عربوں کو مسجد کے مرکز سے جوڑا تھا۔ اور اسی مسجد سے روحانی وعباداتی، تعلیمی وتدریسی تربیتی ومعاشرتی، انتظامی و سیاسی اور فلاحی سرگرمیوں سے منور ہو کر ان مسلمانوں میں اجتماعیت پسندی، اخوت ومحبت، اتحاد واتفاق، یک جہتی، خیر خواہی، ایثار وقربانی، تقوی وپرہیز گاری اور رواداری جیسے اوصاف پروان چڑھے۔ مسجد کی حیثیت مسلمانوں میں مرکز کی سی ہے۔ یہ ادارہ عہد رسالت سے ہی کثیر الجہتی کردار کا حامل رہا ہے۔ مسجد کے ادارہ نے ہی مسلمانوں کی روحانی و مذہبی زندگی کو اس کی دنیا کے ساتھ جوڑا ہے۔ افراد کے دین اور دنیا کا باہمی رابطہ صرف مسجد سے ہی جڑنے پر ہی منحصر ہے، اور اسی سے تعلق جوڑنے پر جنس دین افراد کی دنیا پر غالب آجاتا ہے۔ اسی میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی وکامرانی پوشیدہ ہے۔

مسجد سے تعلق نے جہاں مسلمانوں کو مذہب سے جوڑا اور ان کی روحانی ضروریات کی تشفی کی، وہیں مسجد میں اسلامی تربیت و تعلیم سے وہ عمرانی تقاضوں اور ان کی تکمیل سے بھی روشناس ہوئے۔ تعلق باللہ ہی کی بنیاد پر وہ معاشرے کے دیگر افراد سے تعلق استوار کرنے پر آمادہ ہوئے اور ایک بہترین اسلامی معاشرہ کے قیام میں مددگار ومعاون ثابت ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے نہایت قلیل عرصہ میں افرادی قوت کو صالح بنیادوں پر مجتمع کر کے ایک ایسے معاشرہ کا قیام ممکن بنایا جس کی مثال رہتی دنیا تک مفقود ہے۔ اس معاشرہ کی پس پشت پر مسجد کا ادارہ ہی قوت محرکہ فراہم کیا ہوا تھا۔ جناب علی اصغر چوہدری حکیم محمد سعید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"عہد نبوی ﷺ میں اسلامی مملکت کا جو انتظام ابھرا وہ محلے کی مسجدوں سے ابھرا۔ اسی لیے ہر مرحلے میں اس مرکز کی تعمیر کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی۔ فقہا بھی مقرر کیے گئے، سمع واطاعت کی بیعت بھی لی گئی۔ محلے کی ان مساجد کی مرکزیت کو مزید وسعت جامع مسجد کے ذریعے بخشی گئی۔ اس طرح ملت کی شیرازہ بندی ہو گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کو اجتماعی اور قومی اعتبار سے مسجدوں اور ان کے منبروں نے منظم کیا۔ اسی لیے اسلام ہر

حلقے اور ہر محلے میں مسجد کی تعمیر کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ یہ محلہ دار تنظیمیں اور ان کے وہ مراکز جنہیں ہم مسجد کہتے ہیں۔ ہیئت اجتماعی کی تشکیل کرتے ہیں اور آگے بڑھ کر قومی و ملی نظام کی صورت اختیار کرتے ہیں"۔[1]

نماز باجماعت مسلمانوں کے معاشرتی روابط واتصال پیدا کرنے کا وہ واحد طریق کار ہے جو دنیا کے کسی اور عمرانی نظام میں مفقود ہے۔ یہ اسلامی معاشرے کی وہ خاصیت ہے جو افراد کو ایک ساتھ مجتمع رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ جیسے کہ ایک محلہ کی مسجد میں نماز کی ادائیگی علاقہ مکین کو پانچ مرتبہ روز ملنے کا موقع فراہم کرتی ہے، تو نماز جمعہ کی ادائیگی میں اس کا دائرہ وسیع تر ہو جاتا ہے۔ مختلف علاقوں کے افراد کا باہمی رابطہ ممکن ہو جاتا ہے۔ اس سے ایک قدم آگے عیدین کی نمازیں پورے علاقے کے لوگوں کے باہمی تعلق کے فروغ کا سبب بنتی ہیں۔ ان افرادی تعلقات کی سب سے بڑی خوبی باری تعالی کے لیے ملنا ہوتا ہے۔ لہذا ذاتی مفادات اور اغراض کی بنا پر خامیاں یا کمزوریاں نہیں پنپ پاتیں۔ تعلق باللہ، مساوات اور برابری کے اصول پر مجتمع ہونے والا یہ معاشرتی ادارہ مسلمانوں کی وحدت کی بہترین مثال ہے۔ جہاں اخوت، مساوات اور محبت الٰہی کا دور دورہ ہے۔ اسلامی معاشرہ کا محور و مرکز مسجد ہی قرار پائی ہے اور مسلمانوں کے تمام تر اعمال وافعال کے عمرانیاتی واجتماعی پہلو اسی سے وابستہ ہیں۔ علی اصغر چوہدری لکھتے ہیں:

"مساجد کو اسلامی تہذیبی، علمی، اخلاقی، روحانی، سیاسی اور قومی ہر طرح کی مرکزیت حاصل ہے- اس کا تقدس صرف اس کی یہی مرکزیت عظیم ہے- مسلمان کو تاکید کی گئی ہے کہ جب تک کوئی عذر شرعی نہ ہو وہ اپنی نمازیں مسجدوں میں جا کر ادا کرے۔ اور اوّلین حق محلے کی مسجد کا ہوتا ہے، تاکہ عبادت کے ساتھ اہل محلہ کے احوال اور حوادث تازہ سے واقفیت اور باہمی محبت کا جذبہ فروغ پاتا رہے۔ اتحاد واتفاق کے ساتھ قومی اور ملی امور پر باہم مشورے بھی ہوتے رہیں اور امام راہنمائی کرتا رہے"۔[2]

معاشرے میں مسجد کو محور و مرکز بنانے سے مسلمانوں کے مابین بین الجماعتی حقوق و فرائض کا حساس پختہ ہوتا ہے۔ باہمی روابط میں اضافہ کی بنا پر الفت و محبت بڑھتی ہے۔ نیز یہ آپس میں باہمی اجنبیت اور بیگانگی کو ختم کرنے میں معاون و مددگار ہوتا ہے۔

---

[1] علی اصغر چوہدری، مساجد اسلامی معاشرے کا محور و مرکز، لاہور، حرا پبلی کیشنز، ۱۹۹۲، ص ۹۷

[2] ایضا، ص ۹۸

اسلام کے ابتدائی دور ہی سے مسلمانوں کے سیاسی، معاشی اور انتظامی وعدالتی امور میں مسجد بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ عہد رسالت وخلافت میں مسلمانوں کے اہم امور سیاست، معاشی ومعاشرتی انتظامات اور عدل وانصاف کے قیام کا منبع مسجد ہی تھا۔ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی لکھتے ہیں:

"بعض مذہبی تنصیبات تھیں۔ جن میں سب سے اہم مسجد تھی۔ چونکہ مذہب ریاست کے دوسرے کاموں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ایک ہی شخص دونوں جگہ حاکم اور منتظم خاص تھا اور وہی عمارت جو مسجد تھی سیاست اور مذہب دونوں کا مرکز تھی۔ مسجد صرف اس لیے مذہبی مرکز نہیں ہوتی تھی کہ اس میں نماز باجماعت ادا کی جائے گی بلکہ اسلام کا یہ مقصد پورا کرنے کے لئے بھی کہ اخوت اور مساوات کی بناپر مسلمانوں کا معاشرتی نظام وجود میں آئے جس میں لیڈر کی اطاعت کے ساتھ نکتہ چینی کی آزادی ہو۔ اور مسلم جماعت کے تمام عناصر کے درمیان پورا اجتماعی انصاف"۔[3]

اگرچہ گردش زمانہ کی وجہ سے مسلمانوں کے سیاسی اور مشاورتی نظام میں تبدیلیاں رونما ہوئیں لیکن مسجد کی مذہبی اہمیت اور مرکزیت میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ ہر دور میں مساجد پنج وقت نمازوں، جمعہ اور عیدین کا مراکز رہی ہیں۔ عصر حاضر میں مسجد کی تعلیمی سرگرمیاں مغربی اقوام کے تسلط سے متاثر ہوئیں ہیں۔ جن کے لادینی نظام تعلیم کے رواج نے مسجد کے تعلیمی طریق کار کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

اگر عہدِ رسالت مآب علیٰ صاحبہ التحیۃ والصلوٰۃ کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ ﷺ نے بچوں کی تربیت میں بہتر اور دور رس اثرات کا حامل کردار ادا کرنے کے لیے عورت کو مسجد سے مربوط کر دیا تھا۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اِس طرح عورت حالات حاضرہ کی عینی شاہد بن جاتی ہے۔ حالاتِ جاریہ کا کوئی گوشہ اُس کی نگاہ سے مخفی نہیں رہ جاتا۔ اور ایک بے خبر ماں کے مقابلے میں ایک باخبر ماں یقینی طور پر زیادہ بہتر اور فعال کردار ادا کر سکتی ہے۔ یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ حیات مبارکہ کی متعدد احادیث کی راوی خواتین میں سے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوا کہ یہ عورتیں مسجد نبوی میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی راہنمائی اور علم سے فیضیاب ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا تمنعو االنساء حظوظهن من المساجد اذاستاذنكم[4]

---

[3] امیر حسن صدیقی، ڈاکٹر، اسلامی ادارے مسلم تنصیبات، مترجم سید حسن ریاض، کراچی، جمیعت الفلاح، س ن، ص ۱۱۵

[4] صحیح مسلم، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶، ج:۱، ص ۱۸۳

ترجمہ: عورتیں جب تم سے مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو ان کے حصے سے محروم نہ کرو۔

اسلام میں عورت کے حقوق وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام، مردوں کی طرح عورتوں کی مسجد میں حاضری کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ ترغیب و تعلیم بھی دیتا ہے۔ اس طرح اسلام عورت کو مسجد کے ثمرات سے محروم نہیں کرتا۔ اور اس کے لئے ایک خاص لائحہ عمل طے کرتا ہے کہ وہ کچھ حدود و شرائط کے ساتھ مسجد کا رخ کر سکتی ہیں اور اس ضمن میں ان کے نگران و سرپرست مرد بھی ان کو اجازت دینے کے لئے پابند ہیں۔ ابو داؤد میں بیان ہوا ہے:

عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال:لا تمنعوا امآء اللہ مساجد اللہ ولکن لیخرجن وھن تفلات[5]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو لیکن انھیں چاہیے کہ وہ زیب و زینت کے بغیر نکلیں۔ عورتوں کی مساجد میں حاضری کے ضمن میں حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی قابل ذکر ہے:

اذ استاذنت احدکم امرأ ته الی المسجد فلا یمنعھا[6]

ترجمہ: تمہاری خواتین جب مسجد میں جانا چاہیں تو ان کو منع نہ کرو۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی قول سے عورت کی مسجد جانے کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ عورت کی مسجد میں حاضری کو مستحسن انداز میں دیکھا گیا ہے، اور کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی گئی ہے۔ بخاری شریف کے مطابق:

عن ابن عمر قال: کانت امراۃ لعمر تشھد صلوۃ الصبح والعشاء فی الجماعۃ فی المسجد فقیل لھا: لم تخرجین وقد تعلمین ان عمر یکرہ ذٰلک ویغار قالت :فما یمنعہ ان ینھانی قال: یمنعہ قول رسول اللہ ﷺ:لا تمنعو اماء اللہ مساجد اللہ[7]

---

[5] سنن ابو داؤد، لاہور، دار السلام، س ن، ج ا، ص ۴۵۴

[6] صحیح مسلم، ایضا، ج ا، ص ۱۸۳

[7] صحیح بخاری، لاہور ناشران قرآن، س ن، ج ۲، ص ۲۵۲

ترجمہ:ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کی ایک بیوی صبح اور عشاء کی جماعت میں مسجد میں آیا کرتی تھیں،اس سے کہا گیا کہ تو کیوں باہر جایا کرتی ہے؟حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔اس نے کہا کہ وہ صاف طور پر منع کیوں نہیں کر دیتے؟لوگوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کی وجہ سے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے "اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھروں میں آنے سے نہ روکو"۔

عورت کی مسجد میں نماز کی ممانعت کے تعلق سے جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ دوسرے اصحاب رسول کی طرف سے بطور اعتراض ہیں اور عورت کی مسجد میں حاضری کے خلاف کوئی ٹھوس دلیل یا سند کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ صحیح مسلم کے مطابق:

ان عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا تمنعوا نساء کم المساجد اذا استاذنکم الیہا۔ قال: فقال بلال بن عبد اللہ: واللہ لنمنعہن۔ قال: فاقبل علیہ عبداللہ فسبہ سبأسیئاًما سمعتہ سبہ مثلہ قطً۔ و قال: اخبرک عن رسول اللہ ﷺ وتقول: واللہ لنمنعہن[8]

ترجمہ:عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ عورتوں کو جب وہ تم سے اِس کی اجازت مانگیں تو مساجد میں حاضری سے مت روکو! تو بلال بن عبد اللہ نے کہا: اللہ کی قسم میں تو ضرور انہیں روکوں گا۔ کہتے ہیں تو عبداللہ بن عمر اُن کی طرف آگے بڑھے اور اُن کو اتنی بری گالی دی کہ میں نے پہلے انہیں اتنی بری گالی دیتے نہیں سنا تھا اور کہا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے خبر پہنچا رہا ہوں اور تم کہتے ہو: اللہ کی قسم میں تو ضرور انہیں مساجد میں حاضری سے روکوں گا۔

لہٰذا اسلام میں عورت کے مسجد جانے پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی گئی ہے،بلکہ مردوں کو انہیں اجازت دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔اس ضمن میں عورتوں کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ سادگی اختیار کرتے ہوئے،زیب وزینت اور خوشبو وغیرہ سے بچتے ہوئے مساجد کا رخ کریں۔ تاکہ کسی بھی قسم کے فتنہ فساد کا سبب نہ بن سکیں۔ حضرت زینب زوجہ عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذاشھدت احداکن المسجد فلا تمس طیبا[9]

ترجمہ:جو عورت مسجد میں آنا چاہے وہ خوشبو کو ہاتھ نہ لگائے۔

---

[8] صحیح مسلم،ایضا،ج۱،ص۱۸۳

[9] ایضا،ص:۱۸

عورتوں کی مساجد میں شرکت کی شرائط کو کھول کر بیان فرمادیا گیا ہے۔ عورتوں کی زیب و آرائش سے ممکنہ فتنہ و فساد کی ابتداء ہی سے بیخ کنی کر دی گئی ہے۔ اس مد میں حیات مبارکہ میں عورتوں کے لئے رات کا وقت مختص کیا گیا تھا، کہ عورتیں اپنی گرہستی کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر مساجد کا رخ کر سکتی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ائذ نوا النساء بالیل الی المساجد[10]

ترجمہ: اجازت دو عورتوں کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں عورتیں نہایت ذوق وشوق سے مساجد کا رخ کرتی تھیں اور اپنے شیر خوار بچوں کے ساتھ نماز باجماعت میں شرکت کرتی تھیں۔ اِس کی دلیل اِس حدیث مبارکہ سے ملتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ انی لادخل فی الصلاۃ،وانی اریداطالتھا،فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی مما اعلم لوجد امہ ببکاۂ[11]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ طویل نماز پڑھانے کا ہوتا ہے، پھر مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کے رونے کی آواز سے اس کی ماں پریشان ہو گی۔

اِس سے یہ امر نہ صرف واضح ہوتا بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ دور نبوت میں عورتیں بچوں کے ساتھ ساجد میں آتی تھیں اور ان کے لیے اس میں کوئی ممانعت نہ تھی اور نہ ہی کوئی پابندی تھی۔ بلکہ ان کے لئے الگ دروازہ مختص کیا گیا تھا جس میں مردوں کے داخلے کی ممانعت تھی۔ حضرت نافعؒ سے روایت ہے:

ان عمر بن الخطاب کان ینھی ان یدخل من باب النساء[12]

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ عورتوں والے دروازے سے داخل ہونے سے منع کیا کرتے تھے۔

مساجد میں حاضری کے لئے عورتوں کو سادگی اور زیب و زینت کے اظہار کا پابند کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی بھی مکمل طور پر بیخ کنی کی گئی ہے۔ اسی مد میں مردوں کو عورتوں کی گزرگاہ

---

[10] ایضا، ص:۱۸

[11] سنن ابن ماجہ، لاہور، دارالسلام، س ن، ج ۲، ص ۱۳۱

[12] سنن ابو داؤد، ایضا، ج ۱، ص ۳۸۶

سے بھی دور رکھا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں مرد وزن کے ہر ممکنہ اختلاط سے گریز کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ مردوں کو کچھ دیر مساجد میں روکے رکھا گیا تھا، تاکہ عورتیں مردوں کی روانگی سے پہلے اپنے گھروں کی جانب رواں دواں ہو سکیں۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:

ان النساء فی عهد رسول الله ﷺ کن اذا سلمن من المکتوبة قمن وثبت رسول الله ﷺ ومن صلی من الرجال ما شاء الله فاذا قام رسول الله قام الرجال[13]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں (جماعت میں شریک ہوتیں) جب فرض نماز پڑھ کر سلام پھیرتیں تو اسی وقت کھڑے ہو کر چل دیتیں اور آنحضرت ﷺ اور مرد جو آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں ہوتے وہ ٹھیرے رہتے جب تک اللہ کو منظور ہوتا پھر جب آنحضرت ﷺ کھڑے ہوتے تو وہ بھی کھڑے ہوتے۔

عہد رسالت میں مساجد میں نماز کی ادائیگی میں عورتوں اور مردوں کے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تھی بلکہ مزید احتیاطی تدبیر کے طور پر مردوں کو مسجد میں کچھ دیر تک کے لیے روکے رکھا گیا تھا، تاکہ عورتیں مردوں سے خلط ملط ہوئے بغیر گھروں کی جانب جا سکیں اور کسی قسم کا معاشرتی فتنہ و فساد رونما نہ ہو سکے۔ اس ضمن میں عورتوں پر یہ پابندی نہیں لگائی گئی تھی کہ وہ مسجد میں قدم نہ رکھیں یا مسجد سے دور رہیں بلکہ ان کے لئے ہر ممکن آسانی اور سہولت فراہم کی گئی تھی۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ اس دور میں عورتوں کے مساجد جانے کے سبب کوئی قابل ذکر فتنہ و فساد بھی رونما نہیں ہوا تھا۔ عورتوں کی مساجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے یہ حدیث بھی سر فہرست ہے جو عورتوں کی صفوں کے بارے میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ خیر صفوف من النساء آخرها،وشرها اولها،وخیر صفوف الرجال اولها،و شرها آخرها[14]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی سب سے بہترین صفیں آخری ہیں اور سب سے نکمی (کم ثواب والی) پہلی ہیں اور مردوں کی سب سے بہترین صفیں پہلی ہیں اور سب سے نکمی صفیں آخری ہیں۔

عورتوں کی نماز کی فضیلت اس کی آخری صفوں میں زیادہ ہے جب کہ وہ مردوں کی صفوں کے پیچھے ہوں، لیکن بہر حال ان کے لیے مسجد میں نماز کی ادائیگی کی کوئی ممانعت نہیں ہے اگر وہ سہولت اور آسانی اور شوق کے ساتھ نماز میں شرکت کرنے کے لیے آسکیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

---

[13] صحیح بخاری، ایضا، ج ۱، ص ۱۱۹

[14] سنن ابن ماجہ، ایضا، ج ۲، ص ۱۳۶

قال رسول الله اذاستاذنت امراة احدكم الى المسجد فلا يمنعها[15]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں (نماز پڑھنے) جانے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے۔

عصر حاضر میں بھی عورتوں کے لیے بھی مسجد سے فیضیابی کا حصول ممکن ہے بشرطیکہ وہ تمام پابندیوں اور حدود کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔ مسجد صرف ادائیگی نماز کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ دعوت و تبلیغ کے لیے بھی اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔ اسی مقصد کے لئے خواتین کی عیدین کی نماز میں شرکت واجب قرار دی گئی ہے۔ اور بالخصوص اس کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ ہر عمر اور طبقہ کی عورتیں عیدین کی نماز میں حاضری کو ممکن بنائیں۔ ام عطیہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺكان يخرج البكار والعواتق وذوات الخدور والحيض فى العيدين فاماالحيض فيعتزلن المصلى ويشهدن دعوة المسلمين[16]

ترجمہ: حضور ﷺ روانہ کرتے تھے کنواری لڑکیوں کو اور جوانوں کو اور پردہ نشینوں کو اور حیض والیوں کو عیدین کی نماز میں، اگرچہ حیض والی عورتیں کنارے رہتی تھیں نماز سے اور حاضر ہتی تھیں۔

عورتوں کی عیدین میں نماز کی شرکت واجب قرار دینے کی سب سے بڑی مصلحت عورتوں کی اصلاح و تربیت ہے، ساتھ ہی نماز عیدین کی دعا میں عورتوں کی شرکت ہے۔ اس میں عورتوں کی عزت تکریم پنہاں ہے کہ باری تعالی نے عورتوں کو اس اہم ترین موقع پر شکر گزاری اور دعا و ہدایت کے لئے راہ دکھائی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

اشهد على رسول الله ﷺيصلے قبل الخطبة قال ثم خطب فراىٰ انه لم يسمع النساء فاتاهن فذكرهن ووعظهن وامرهن بالصدقة[17]

ترجمہ: نبی ﷺ عید الفطر کے روز کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی آپ ﷺ نے خطبے سے پہلے نماز سے بتداء فرمائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب اللہ کے نبی ﷺ فارغ ہوئے تو منبر سے اترے اور عورتوں کے پاس آئے

---

[15] سنن نسائی، لاہور، اسلامی اکادمی، س ن، ج ا، ص ۲۴۱

[16] جامع ترمذی، ملتان، فاروقی کتب خانہ، س ن، ج ا، ص ۲۲۰

[17] صحیح مسلم، ایضا، ج ا، ص ۲۸۹

انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کی تلقین کی۔ قرآن و احادیث کی عملی تربیت کے لئے مساجد بہترین درسگاہ ہیں۔ مساجد نہ صرف مرد و زن کی اخلاقی، روحانی اور سماجی تربیت کے لئے اہم ترین کردار ادا کرتی ہیں بلکہ ان سب معاملات میں عملی تربیت کے مواقع اور اس کے اطلاق کے لئے بہترین ساز گار ماحول بھی فراہم کرتی ہیں۔ اسلام میں مسجد محض ایک رسمی و روایتی جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں کا وہ معاشرتی، تہذیبی و تمدنی ادارہ ہے جو مسلمانوں میں دینی روح کی بیداری اور ان میں ملی وجود کا حقیقی شعور زندہ رکھنے میں معاون و مددگار ہے۔ یہ نہ صرف مسلمانوں کا سیاسی و ملی مرکز ہے بلکہ ثقافتی تعلیمی و تربیتی مرکز بھی ہے۔ مولانا امیر الدین مہر لکھتے ہیں:

"جمعہ کی نماز اور خطبہ جمعہ اُمّت کی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے جس کی مثال کسی دوسرے مذہب یا تہذیب میں نہیں مل سکتی"[18]

گویا یہ عوامی سطح پر اسلام کے پیغام کی نشر و اشاعت کا بہترین طریقہ کار ہے جس کی بنا پر سلام کی تعلیمات نہایت سہل انداز میں عام مسلمانوں تک پہنچ سکتیں ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

"مسجد کو تعلیم دین کا مرکز بنانے کی کئی صورتیں ہیں جن پر عمل کر کے یہ فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ ایک صورت خطبہ جمعہ ہے۔ اس خطبہ میں دین کے بنیادی عقائد و اعمال اور ارکان کی تربیت سے ایک سلسلہ وار تعلیم دی جائے۔ البتہ درمیان میں خاص دنوں میں مثلاً عیدین، حج، رمضان، محرم وغیرہ کے مسائل بیان کئے جا سکتے ہیں۔ البتہ عام دِنوں میں تسلسل سے تعلیم دی جائے۔ اس تعلیم میں انداز بیان مثبت ہو، منفی نہ ہو، اس طرح اختلافی فروعات و جزیات سے بھی پرہیز کیا جائے اور لوگوں میں تعمیری طرز فکر پیدا کیا جائے۔"[19]

خواتین ہمارے معاشرے کا نصف حصّہ ہیں۔ مسجد کے ادارہ پر ان کا بھی وہی حق ہے جو مردوں کا ہے۔ اگرچہ اسلام نے عورت کی گھر گرہستی کی ذِمّہ داریوں کی بنا پر اسے نماز باجماعت کا مکلف نہیں بنایا ہے۔ لیکن شوق اور سہولت کی بنا پر اس کے لئے نماز باجماعت کی ادائیگی یا نماز جمعہ میں شرکت پر کوئی روک ٹوک بھی نہیں لگائی ہے۔ نماز عیدین میں عورت کی شرکت کو واجب اور مستحب قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ مسجد کے ادارے سے تعلق برقرار رکھ سکیں۔

---

[18] امیر الدین مہر، دعوت و تبلیغ میں مسجد کا کردار، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی، ۱۹۷۵، ص ۴۳

[19] ایضاً، ص ۴۲

مساجد میں عورتوں کی شرکت کے لئے اللہ تعالیٰ نے واضح احکامات نازل فرمادئے ہیں۔ عورتیں ان اصول وقوانین اور شرائط کا پاس رکھتے ہوئے، عبادات اور دینی تعلیم وتربیت کے حصول کے لیے مساجد میں آمد ورفت جاری رکھ سکتی ہیں۔ ان اصول وقوانین میں عورت کے لئے شرعی آداب متعین کیے گئے ہیں جس کی رو سے وہ ستر وحجاب کی پابندی، لباس کی سادگی، آرائش اور زیب وزینت کے اظہار سے بچتے ہوئے مسجد میں آجاسکتی ہے۔

عورت کے براہ راست علم وفضل کے حصول سے معاشرہ تعمیر وترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ عورت چونکہ گھر کی نگراں اور ذِمّہ دار ہوتی ہے۔ اور اپنے شوہر اور اپنے بچوں کی حفاظت کرنے والی (راعی) ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے؛

سمعت رسول الله ﷺ يقول:كلكم راع وكلكم مسؤل عن رعيته الامام راع ومسؤل عن رعيته والرجل راع فی اهله وهو مسؤل عن رعيته والمراءة راعيية فی بيت زوجها ومسؤلة عن رعيتها[20]

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر کوئی ایک چرواہے کی مانند نگہبان وذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ امام اپنی رعایا کا راعی اور ذمہ دار ہے۔ مرد اپنے اہل خانہ کا راعی وذمہ دار ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور بچوں کی راعی وذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

ایک ماں بطور راعی نہ صرف بچوں کی نگران اور نگہبان ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت اور پرورش کی بھی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اس کی گود بچوں کے لیے ابتدائی مدرسہ ثابت ہوتا ہے جس کے اثرات رہتی زندگی تک برقرار رہتے ہیں۔ انھی کی تعلیم وتربیت کی بناپر بچوں میں نیک وبد خصلتیں پروان چڑھتی ہیں۔ صحیح وغلط عقائد کی بنیاد بھی عورتوں کی تعلیم وتربیت کی بناپر ممکن ہوتی ہے۔ لہذا اگر یہ اسلام کے احکامات سے صحیح طور پر آراستہ ہوں گی تو یقینا مثبت سوچ وافکار کی مالک ہوں گی اور بچوں کی تربیت وپرورش صحیح عقائد وافکار کی بنیاد پر کریں گی اور ان کو پروان چڑھانے میں اپنا موثر کردار ادا کریں گے۔ محمد غزالی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

---

[20] صحیح بخاری، ایضا، ج ۲، ص ۳۵۰

"عورتوں کی تعلیم اور عبادات سے ان کا شغف، انہی سے ایک ایسی نسل پروان چڑھ سکتی ہے جو برائیوں سے دور ہو اور انہی دونوں صفات سے گھر کی شریف اور ذمہ داری کا احساس رکھنے والی مالکہ وجود میں آتی ہے جس کی گود میں بچے پرورش پاتے ہیں تو ان کے اندر بہترین خصلتیں اور بلند اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"[21]

مسلم معاشرہ کی اصلاح کا خداوندی طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے افراد کی شخصی تربیت ان اصولوں کے مطابق کی جائے جو انسانی زندگی بسر کرنے کے لیے بہترین ہوں اور پھر تربیت یافتہ افراد کو ایک نظم میں منسلک کر کے خدا کے متعین کردہ نظام زندگی کو قائم اور نافذ کیا جائے۔ اس طرح افراد کی اصلاح سے معاشرے کی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد اسی اصول پر رکھی، سب سے پہلے فرد کی اصلاح و تربیت کا آغاز کیا، جن سے صحابہ کرامؓ کا گروہ تشکیل پایا۔ پھر انہی نیک خصلت صحابہ کرامؓ سے ایک بہترین اسلامی معاشرہ پروان چڑھا۔

ایک بچے کی انفرادی تربیت کا آغاز ماں کی گود سے شروع ہو جاتا ہے، بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ بچہ کی شخصیت سازی میں ماں سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کی اصلاح کی بنیادی ذمہ داری ماں کے کاندھوں پر آتی ہے۔ معاشرے کی ہر عورت ایک ماں کا کردار نبھاتی ہے، لہٰذا ایک عورت کی تعلیم و تربیت، ایک ماں کی تعلیم ہے جو نسل نو کی تربیت کی ذمہ دار ہے۔ عورتیں معاشرے کے نصف حصہ پر مشتمل ہیں۔ خدا کی تخلیق کردہ نصف انسانیت کو اگر مذہبی تعلیم سے محروم رکھا جائے گا یا مناسب طریق کار پر علم سے روشناس نہیں کرایا جائے گا تو معاشرہ نہایت ناقص بنیادوں پر استوار ہو گا۔ کیونکہ یہی نصف انسانیت دوسری نصف انسانیت کی تعلیم و تربیت کی ذمہ دار ہے۔ ہر مرد اپنے ابتدائی دور میں اسی عورت کی تربیت کا محتاج ہے۔ گویا عورت کی صحیح تعلیم و تربیت سے ہی معاشرے کا نصف حصہ تشکیل پاتا ہے۔ عورت کی تعلیم درحقیقت اس ستون کی مانند ہے جس پر صالح معاشرہ کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور اگر یہ ستون ہی منہدم ہو جائے گا تو مسلمان معاشرہ انفرادی سیرت اور اجتماعی ہیت دونوں اعتبار سے مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ محمد الغزالی اسلامی معاشرہ کے زوال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پانچویں اور چھٹی صدی ہجری تک عورت جب مسجدوں میں جاتی تھی تو اپنے شوہر، اولاد اور پوری جماعت کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنتی تھی۔ آخر ادوار میں عالم اسلام میں صحیح دینی تربیت کے فقدان کی ایک وجہ یہ

[21] محمد الغزالی، دعوت اسلامی، مترجم عبید اللہ فہد فلاحی، کراچی المعارف اکیڈیمی، ۱۹۸۴، ص ۹۴

بھی تھی کہ عورت حیوانی ضروریات بھوک اور جنس کی آگ بجھانے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی اور دوسری ذمہ داریاں خاندانی زندگی کے زوائد میں شمار ہونے لگیں۔"[22]

وہ مزید لکھتے ہیں:

"دین سے عورتوں کا رشتہ کٹ جانے کی وجہ سے عالم اسلام میں تربیت کا نظام متزلزل ہو گیا اور بلاشبہ یہ ہماری رسوائی اور شکست کا سبب بنی۔"[23]

آج ہماری خواتین دنیاوی تعلیم کے میدان میں مشغول عمل ہیں. نیز وہ معاشی فکروں میں سرگرداں ہیں اور معاشرتی اور تربیتی ضروریات کے لیے مختلف مقامات تک ان کی رسائی ممکن ہے تو کیوں کر ان کو مسجد جیسے روحانی، عبادتی، مذہبی، دینی اور علمی تربیت سے دور رکھا جاتا ہے۔ جب کہ یہ بات واضح اور مُسلّم ہے کہ اسلام عورت کے لیے بھی تعلیم و تربیت اور اصلاح اتنی ہی اہم قرار دیتا ہے جتنی کہ مرد کے لیے لازم قرار دیتا ہے۔ لہٰذا عورت کے لیے بھی اس کا اہتمام اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مرد کے لیے ہے۔ اسلام اس کا نہایت آسان اور سہل ذریعہ مساجد و منبر سے جڑنے میں فراہم کرتا ہے۔ جو اگر مرد کے لیے پنج وقتہ نماز کی شکل میں ہے تو عورت کے لئے کم از کم جمعہ اور عیدین تک ضرور مختص ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ خطبات جمعہ اور عیدین کی صورت میں دین کی بنیادی معلومات سے آگاہ ہو سکیں اور دین کا فہم اور شعور حاصل کر سکیں۔ اور اپنی زندگیوں کو دین اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں جو اُن کی دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا سبب بن سکے۔

اسلام نے عورت کے لیے جو دائرہ کار منتخب کیا ہے اور جو خطوط متعین کیے ہیں وہ جدید فرنگی تہذیب سے یکسر مختلف ہیں۔ اسلام ان تمام جدید فرنگی اصولوں کی نفی کرتا ہے جس کی بنا پر آزادانہ مخلوطیت اور بے پردگی و بے حجابی کی بنا پر معاشرے میں بے راہ روی کا طوفان تیزی سے اسلامی اقدار و تہذیب کو اپنے اندر ڈبو رہا ہے۔ اسی بنا پر ہمارے معاشرے میں ایک ایسا طبقہ پروان چڑھ رہا ہے جو کم فہم علما کے اُن خیالات و نظریات کی پیروی کر رہا ہے کہ عورت کے لیے اجتماع مساجد میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ گھر کی چہار دیواری میں قید رہے اور مساجد سے حاصل کردہ دینی تعلیمات اور فہم و شعور سے محروم رہے۔ اور اس کے لیے اصلاح و

---

[22] دعوت اسلامی، ایضا، ص ۹۴

[23] ایضا، ص ۹۴

تربیت کے کسی اور طریقہ کار کا بندوبست بھی نہیں کیا جاتا کہ اس کی روحانی تشفی ہو سکے اور ان کو دین کی بنیادی معلومات سے آگاہی ہو سکے۔ اس طرح نہ صرف عورت کی صورت میں آبادی کا نصف حصہ دین کے فہم و شعور سے نابلد رہتا ہے بلکہ اس کی گود میں پرورش پانے والی نسل انسانی بھی دین اسلام کے صحیح تصور اور فہم سے محروم رہتی ہے۔ نتیجتا معاشرہ ان افراد پر مشتمل ہے جن کا دین اسلام سے رشتہ نہایت کمزور ہے اور وہ اسلام کے صحیح تصور اور شعور سے نا آشنا ہیں۔ اس امر نے ہمارے معاشرے میں دین سے دوری اَور تیزی سے بے راہروی میں اضافہ کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور اصول و قوانین کا معاشرے میں عملا انطباق / نفاذ نہ ہونے کے برابر ہے۔ عورتوں کی ایک کثیر آبادی دین کے معاملات سے نابلد ہے،اور مذہبی اور تمدنی معاملات میں خودساختہ اصولوں کا راج ہے۔ معاشرے کی بنیاد ان اصولوں اور ضابطوں پر رکھی گئی ہے جو معاشرے کے لیے ضرر رساں ہیں،اور اسلام کے زریں اصولوں کے برخلاف ہیں۔ معاشرے میں رائج کردہ زیادہ تر عقائد و نظریات سراسر اسلام کے منافی ہیں۔ ان سب کی اہم ترین وجہ عورت کا مسجد سے رابطہ کا ٹوٹنا ہے اور اسلام کے زریں اصولوں سے عدم آشنائی اور دین کے شعور و فہم سے دوری ہے۔

لہذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اصلاح معاشرہ کے لیے عورت کو اس کے مرکز سے جوڑا جائے اور مذہبی وروحانی تعلیم وتربیت سے آگاہی کے لیے انہیں مسجد لانے کا مناسب بندوبست کیا جائے تاکہ وہ خطبات اور مواعظ کی مجالس سے مستفید ہوں اور ان کا دین سے جو رشتہ کٹ گیا ہے وہ دوبارہ استوار ہو جائے۔ اور وہ ان تمام ثمرات سے بہرہ مند ہوں جو دین کے سنہرے قوانین پر چلنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مولانا امیر الدین مہر لکھتے ہیں:

"لہذا مسجد کے نظام کو قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں کے لیے مساجد میں ایک جگہ مخصوص کی جائے۔ جس کا محل وقوع دروازہ ایک طرف ہو، پردے کا معقول انتظام ہو۔ ان کے لیے جائے ضرورت، جائے وضو علیحدہ ہو۔ ان انتظامات کے بعد انھیں اجازت دی جائے کہ وہ کم از کم جمعہ کے دن مسجد میں آئیں اور دیگر مواعظ کی مجالس میں انھیں شریک ہونے کی اجازت وترغیب دی جائے۔ اس طرح معاشرے کے نصف حصے کی مسجد کے ذریعہ صحیح تعلیم ہو سکے گی۔[24]

[24] دعوت و تبلیغ میں مسجد کا کردار، ایضا، ص ۴۵

خواتین کو دین سے جوڑنے ہی میں اسلامی معاشرے کی بقا اور فلاح وبہبود پوشیدہ ہے۔انھی خواتین کی گودوں میں پرورش پانے والی نسلیں سیرت وکردار کے مثبت سانچوں میں ڈھل سکیں گی اور یہی افرادی قوتیں معاشرہ کی عمرانی واجتماعی زندگی کو بھی مثبت بنیادوں پر استوار کرنے میں معاون ومددگار ہوں گی۔

نتائج:

برصغیر پاک وہند میں عورتوں کو مساجد سے دور رکھا گیا اور ان کو نماز جمعہ اور نماز عیدین تک میں شمولیت سے مذہبی سوچ کے طور پر منع کیا اور باز رکھا گیا ہے۔وہ تربیت اور راہنمائی جو عورتوں کو مسجد کے براہ راست مرکز سے جڑنے سے ملتی،اور علم وہدایت کے سرچشمے جو جمعہ اور عیدین کے خطبات سے ملتے وہ اس سے محروم رہیں۔نیز ان عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچوں کو بھی مساجد سے دور رکھا گیا۔اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ عمر کے اولین ایام میں ان بچوں کے اذہان میں جو مسجد کا گہرا نقش ثبت ہونا ہوتا ہے وہ نہ ہو پایا۔اور مسجد سے تعلق اور ربط نہ جڑ سکا۔یہی بچے بڑی عمروں میں جا کر بھی مساجد سے دور ہی رہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی گھروں میں بھی مردوں نے مذہبی واخلاقی تربیت اور راہنمائی کی کوئی صورت پیدا نہیں کی اور نہ ہی کوئی خاطر خواہ انتظام کیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد دینداری میں صرف عبادات اور حقوق اللہ تک محدود رہی،بلکہ اس میں بھی خود ساختہ معیارات مرتب کر لئے گئے۔حقوق العباد،اخلاقیات اور دیگر معاملات میں دینی مزاج سے نا آشنا رہی۔ساتھ ہی عورتوں میں دعوت و تبلیغ کا کام بھی مطلوبہ معیار پر نہ ہو سکا۔عورتوں کی ایک قلیل آبادی دین سے متعارف بھی ہوئی لیکن معاشرتی اقدار وروایات،اور پابندیوں کی بنا پر یہ عورتیں دین کی ترویج واشاعت میں خاطر خواہ کام نہ کر سکیں۔

ہمارے معاشرے میں عورت کو مسجد سے تو روک دیا گیا لیکن عورت نے اپنی مذہبی تشفی کے لئے مزارات کا رخ کر لیا۔جہاں اسلامی تعلیمات سے دوری اور جہالت کا عمل دخل زیادہ تھا اور شرک وکفر کی نجاست نے مسلمان عورتوں کو دین سے اور برگشتہ کر دیا۔مزاروں پر حاضری دینا،غیر اللہ کے آگے سر جھکانا،نذر و نیاز چڑھانا،منتیں مانگنا،اور اسی قبیل کے اور مشرکانہ اعمال کو اسلامی عبادت سمجھ کر ادا کیا جاتا رہا ہے۔شرک کے انہی گورکھ دھندوں میں الجھ کر عورتیں ایک قدم آگے تعویز گنڈوں اور جادو ٹونے کو بھی عین اسلامی تعلیمات کے مطابق قرار دیتی ہیں

اور اس ضمن میں روحانی، سفلی اور کالے عمل میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی جاتی۔ ان معاملات میں اسلام کے اصول و قوانین کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں، اور عورتیں کفر و شرک کی عمیق گہرائیوں میں غرق ہو جاتی ہیں۔

سفارشات

آج کی عورت کے لئے سب سے اہم ترین اصلاح کی صورت اس کے دینی شعور و حمیت کو بیدار کرنا ہے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ ان کو قرآن سے جوڑا جائے۔ اور ان میں قرآن فہمی کو فروغ دیا جائے اور دینی تربیت کے خصوصی انتظامات ان کی مساجد میں شمولیت کے طور پر کئے جائیں۔ اس کے لئے لائحہ عمل ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں حکومتی سطح پر مساجد میں عورتوں کی شرکت کے لئے خاص انتظامات کئے جائیں۔ کیونکہ مساجد ہی وہ محفوظ مقامات ہیں جہاں عورتیں بے روک ٹوک کے اور آسانی کے ساتھ آجا سکتی ہیں۔ عوامی سطح پر عورتوں کی مساجد میں عبادت اور تعلیم و تربیت کے لحاظ سے شمولیت معاشرے میں بہترین اثرات مرتب کر سکتی ہے۔ مساجد میں عورتوں کی آمد و رفت کے لئے عوام الناس کے مذہبی مزاج کو بدلنے کی ضرورت ہے اس کے لئے لازم ہے کہ مسلکی اختلافات سے بلند ہو کر، علما کرام ایک رائے پر متفق ہوں اور لوگوں کو بھی اس بات کے لئے تیار کریں کہ عورتیں مساجد سے جڑ جائیں، اور جمعہ اور عیدین کی نمازوں عورتوں کی شمولیت کی اجازت دی جائے اور ان کے لئے ہفتہ وار اور ماہانہ بنیادوں پر خطبات اور درس و تدریس کے سلسلے شروع کئے جائیں۔ اس کے لئے محکمہ اوقاف، مساجد میں عورتوں کے لئے خصوصی انتظامات کرے، جس کے تحت مساجد میں ان کے لئے علحدہ حصہ مختص کیا جائے جس کے داخلی و خارجی دروازے مردوں کی گزر گاہ سے الگ ہوں، نیز عورتوں کو بھی اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ حجاب اور پردے میں مساجد آئیں اور اس کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں۔ مساجد میں عورتوں کی آمد و رفت کے ساتھ چھوٹے بچوں کی مساجد میں آمد و رفت ممکن ہو سکتی ہے جو ان بچوں کے لئے بھی ابتدائی اسلامی تربیت کا پیش خیمہ ہو گی۔

عورتوں میں حقوق و فرائض کی آگاہی کے لئے، اور دینی شعور و فہم سے روشناس کرانے کے لئے، اور ان کے تربیت و اصلاح کے لئے عوامی سطح پر محلوں کی مساجد میں اصلاحی درس و تذکیر کے انتظامات کئے جائیں۔ جہاں محکمہ مذہبی اوقاف کے زیر نگرانی دینی سند یافتہ معلمات تعینات کریں جو عام عورتوں، طالبات، اور دیگر نوجوان لڑکیوں کی قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق تربیت و راہنمائی فراہم کریں۔ اس ضمن میں محلہ وار کمیٹیاں ترتیب دی جاسکتی ہیں جن کی نگرانی اور ترتیب و تنظیم با آسانی طور پر کی جاسکتی ہے۔ نیز مختلف برادریاں اور خاندان اپنی

خواتین کی اصلاح و تربیت کے لئے کمیونٹی یا ٹرسٹی کے زیر اہتمام مختلف مذہبی، اصلاحی پروگرام مرتب کر سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بچیوں کے لئے معلمات کی زیر نگرانی ناظرہ قرآن کا بندوبست، ترجمہ قرآن کا اہتمام، قرآن فہمی کے اجتماعات، اور انفرادی سطح پر درس و تذکیر کے اصلاحی انتظامات یقیناً بہترین نتائج فراہم کر سکتے ہیں۔ آبادی کا ایک مختصر باشعور حصہ، باقی ماندہ آبادی کی اصلاح کے لئے بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔ مختلف سماجی معاملات جیسے شادی بیاہ، موت اور فوتگی، تعزیت اور دیگر معاشرتی معاملات میں راہنمائی کے لئے لازم ہے کہ ایک ایسا طبقہ معاشرے میں موجود ہو، جو عوام الناس کی اصلاح و تربیت کے لئے موجود رہے۔ عورتوں کی راہنمائی کے لئے لازم ہے کہ ایسی عورتوں کا ایک گروہ معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے لئے تیار رہے۔